بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مریم قریشی نے یہ ناول (گلاب رت کے حسین) صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (گلاب رت کے حسین) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیوایرا میگزین

****

محبت تاج ہستی کا

محبت روح کی بستی

محبت لمس دھرتی کا

محبت لہو کی خوشبو

رات دو بجے سی ایم ایچ لاہور میں آئی سی یو کے باہر کا منظر بہت اداس تھا۔ایک طرف تسبیح لیکر بیٹھی ہوئی خاور کی والدہ تھیں۔اس کے دو بڑے بھائی آئے تھے۔والد صاحب علیل تھے تو وہ نہیں آسکے تھے۔

بھائیوں کے چہرے کی سرخی بتارہی تھی کہ شیشیے کی دیوار کے پر کے حالات بہتر نہیں تھے۔خاور کو تین گولیاں لگی تھیں۔وہ نکال لی گئیں تھیں۔ایک گولی پیٹ میں لگی تھی اور دو کندھے پر لگی تھیں۔الحمداللہ کسی معزوری سے بچ گیا تھا وہ۔مگر بلیڈ نگ بہت زیادہ ہو گئی تھی۔گولیاں نکالنے کے بعد بھی مسلسل ہوتی رہی تھی وہ کمزوری کی وجہ سے بے ہوش تھا۔وہ چونکہ ڈرائیونگ سیٹ پر تھا تو اس کا سر زور سے اسٹیرنگ سے ٹکرایا تھا۔انہیں دس منٹ میں ہاسپٹل لے جایا گیا تھا۔

مسز کیانی کی حالت بری تھی۔وہ سرخ آنکھوں سے تسبیہہ کے دانے گرا رہی تھیں۔

خاور کے دو بھائ آسکے تھے۔

ابراہیم کی قبائلی علاقے کے کچھ لوگوں سے میٹنگ تھی۔وہ شام سے ہی انکا معاملہ سلجھانے کے لیے گیا ہوا تھا۔اس نے فون سائلنٹ پر رکھا تھا۔وہ رات گئے فارغ ہوا تھا۔وہ گھر آیا تو یونیفارم بدلنے کی ہمت بھی نہیں ہوئ تھی،وہ سو گیا تھا۔صبح اس کی آنکھ زرا دیر سے کھلی تھی۔وہ ناشتے کے لیے آیا تو ہما کچن میں تھی۔اس نے صرف چائے لی تھی ۔پھر فون کا خیال آیا تو روم میں گیا تھا۔

50"Calls From Talha"

8"messages from Talha"

اس نے فوراً میسج کھولے۔ میسج پڑھتے ہی اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔اس نے طلحہ کو کال ملائی تھی۔

"یہ سب کیسے ہوا؟"اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"تو فوراً پہنچ لاہور۔میں نہیں جا سکتا"طلحہ نے اتنا کہا تھا۔

"اس کی طبیعت کیسی ہے اب"ابراہیم نے پوچھا تھا۔

"اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا"طلحہ نے اتنا کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"پاگل ہو گیا ہے تو"ابراہیم چیخا تھا۔

"بلیڈنگ بہت زیادہ ہو گئی ہے،بہت مشکل ہے بچنا"طلحہ نے کہا تھا۔

New Era Magazine

ابراہیم کو اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"وہ بہت بہادر ہے۔ موت کو شکست دینا جانتا ہے" ابراہیم نے ہولے سے کہا تھا۔

"ہاں انشاءاللہ" طلحہ نے کہا تھا۔

ابراہیم ہما سے کہہ کر آفس چلا آیا۔اس نے ضروری کام نپٹا کر پہلی فلائٹ سے لاہور جانا تھا۔

ہما کا دل آج کل بات بات پر پریشان ہوتا تھا۔اس نے تحریم کو کال کر کے رونا شروع کر دیا تھا۔ابراہیم کی حالت نے اس کا دل چیر دیا تھا۔خاور اور طلحہ ہما کو سگے بھائیوں جیسے عزیز تھے۔

New Era Magazine

طلحہ کو جب سے پتا چلا تھا۔اس کی حالت بہت مخدوش تھی۔ سرخ آنکھوں سے لٹی پٹی حالت میں وہ نیچے زمین پر بیٹھا تھا۔

"میں اگر مر گیا نا تو سب سے زیادہ یاد تجھے آؤں گا" ایک دن جب طلحہ نے اس سے کافی چھین لی تھی،تو وہ بولا تھا۔

"تمہارے یہ کہہ دینے سے میں کافی واپس کرنے والا نہیں ہوں" طلحہ نے کہا اور کافی پینے لگا تھا۔وہ منہ بنائے کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"تم نہیں جا سکتے تمہیں ہمارے لیے واپس آنا ہو گا" طلحہ نے آنسو خشک کیے اور وضو کرنے چل دیا تھا۔اس نے اپنی عرضی رب کے حضور پیش کرنی تھی۔

"یہ جو تو ہر وقت خاندان کے لوگوں کے لیے وظیفے کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی بھائی کے لیے بھی کر نا کہ علینہ بلیاں چھوڑ دے" ایک دن آئینے میں بال بناتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

وضو کرتے طلحہ کی آنکھوں سے بھل بھل پانی بہہ رہا تھا۔دوستی واحد ایسا رشتہ ہے جو خون سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے،انسان دنیا میں صرف اپنے دوست سے دل کی بات کرتا ہے۔اور خاور صرف دوست نہیں تھا،وہ تو جان تھا۔اور جان کسے پیاری نہیں ہوتی ہے ؟

تحریم خود پریشان ہو گئ تھی۔وہ یاور کو ہما کی خرابئ طبیعت کا بتا کر فوراً اس کے پاس چلی آ ئ تھی۔

وہ آئ تو ہما صوفے پر بیٹھی رو رہی تھی۔ تحریم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ لیکن اسے ہما کو سنبھالنا تھا۔

"ہوا کیا ہے؟" تحریم نے پوچھا تھا۔

"ابراہیم کہہ رہے تھے گولیاں لگی ہیں۔ابھی تک ہوش نہیں آیا تم دعا کرنا" ہما نے کہا تھا اور پھر سے رونے لگ گئی تھی۔

"اچھا اللہ بہتر کرے گا" تحریم نے اسے تسلی دی تھی۔ تحریم کی کوشش سے آدھے گھنٹے میں ہما سو گئی تھی۔

تحریم کو یکدم علینہ کا خیال آیا تھا۔

"کیا اسے پتا ہو گا؟اس کی کیا حالت ہو گی؟" وہ بڑبڑائی۔اور علینہ کو کال کرنے لگی تھی
۔

ملتان میں آئیں تو علینہ کے کمرے کا ماحول خوابناک تھا۔وہ کل دوپہر سے نیند کی گولی کھا کر سوئی تھی۔اسے کافی دنوں سے نیند ہی نہیں آرہی تھی تو رات اس نے ارمغان

کے کہنے پر لی تھی۔اس کا فون بجنے لگا تھا۔علینہ نے کروٹ لی تھی۔پھر اس نے بند آنکھوں سے کال اٹینڈ کی تھی۔

"کہاں غائب تھی تم؟"تحریم فون کے دوسرے طرف چیخی تھی۔

"سو رہی تھی،کیا قیامت آگئی تھی جو چیخ رہی ہو"علینہ غصہ ہوئی تھی۔

"تمہیں کوئی ہوش ہے،خاور آئی سی یو میں ہے"تحریم بولی تھی۔علینہ کا سویا ہوا ذہن فٹ سے جاگا تھا۔اور قیامت تو واقعی آگئی تھی۔

"کیا ہوا خاور کو"اس نے لرزتے لہجے میں پوچھا تھا۔تحریم مزید بتانے لگی تھی۔

ابراہیم سے کوئی بھی کام نہیں ہو رہا تھا۔وہ جیسے تیسے کام نپٹا کر گھر آیا تھا۔اس کی ایک گھنٹے بعد فلائٹ تھی۔وہ تین دن کے لیے لاہور جا رہا تھا۔ہما سو رہی تھی۔وہ تحریم کو ہما سے متعلق ہدایات دے کر چلا آیا تھا۔

اسے اس وقت کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔اس کے کانوں میں صرف طلحہ کے رونے کی آواز تھی اور نظروں میں خاور کا چہرہ۔آرمی سے تعلق کے باعث فوجیوں کے اعصاب بہت مضبوط ہوتے ہیں۔لیکن یہ جو دوستی ہے نا یہ روح کا رشتہ ہے۔دوستی کے آگے دنیا کے تمام رشتے ہیچ ہیں۔وہ میکانکی انداز میں تمام مراحل نپٹا کر اب پلین میں بیٹھا تھا ۔جب ہمارا جان سے پیارا شخص کسی مشکل میں ہوتا ہے تو ہمیں لمحہ بھی صدی کے برابر لگتا ہے۔ابراہیم کو بھی لگ رہا تھا۔اس نے چہرہ رومال چھپایا تھا۔کیونکہ شدت گریہ سے اس کی آنکھیں بہنے لگی تھیں۔

"آہا تم لوگ مجھے بہت مس کرنے والے ہو۔'The Great Khawar Kiyyani'کو"۔

ایک دن فٹ بال کھیلتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"ہاہاہاہاتو بھی کوئی مس کرنے والی چیز ہے" ابراہیم نے کہا تھا۔وہ آگے سے مسکرادیا تھا
۔

"ارے تو ہی تو مس کرنے والی چیز ہے" ابراہیم نے دل میں کہااور بغیر آواز کے اس کے آنسو بہنے لگے تھے۔وہ یک جان دو قالب تھے۔دوست تو جسم کا حصہ ہوتے ہیں۔ وہ ہماری آنکھ ہوتے ہیں۔وہ ہمارا بازو ہوتے ہیں۔اور اگر یہ حصے تکلیف میں ہوں تو پورا جسم شدید درد کرنے لگتا ہے۔ابراہیم کا بھی کر رہا تھا۔

فلائٹ میں اب ریفریشمنٹ سرو کی جارہی تھی۔ابراہیم نے منع کر دیا تھا۔

"تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔مجھے بہت بھوک لگی ہے" رات کو ایک بجے جب خاور نے ابراہیم کو گہری نیند سے جگا کر پوچھا تھا۔یہ وہ دن تھے۔جب وہ پی ایم اے کاکول میں تھے۔

"ہاں" ابراہیم نے سامنے کھڑے لاپرواسے لڑکے کو گھور کر دیکھااور بسکٹ کاڈبہ اس کی طرف بڑھادیا تھا۔وہ چمکتی آنکھوں سے شکریہ اداکر کے چلا گیا۔

ابراہیم نے تب اسے القابات سے نوازا تھا۔اسے نہیں پتا تھا کہ ایک دن وہ اس کے لیے رو رہا ہو گا۔

بلاشبہ پاکستان کی حسین ترین جھیلوں میں سے ایک ''ماہوڈنڈ جھیل'' ہے۔اسکو اگر سوات کے ماتھے کا جھومر کہا جائے تو کچھ غلط نہ ہو گا.

ماہوڈنڈ جھیل ضلع سوات کی تحصیل کالام سے 40 کلو میٹر کے فاصلے پر ''وادیٔ اوشو'' میں واقع ہے۔یہاں مچھلیاں خصوصاً ٹراؤٹ ، بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں اور یہی ماہوڈنڈ نام کی وجہ تسمیہ ہے.

جھیل کے بیچوں بیچ ایک گھنا خوبصورت جنگل ہے اوران میں بھاگتے دوڑتے اٹھکیلیاں کرتے پونیز (چھوٹی نسل کاایک خوبصورت گھوڑا)، یہ نظارہ آپ پاکستان میں آپکواور کہیں نہیں ملے گا۔ جھیل کے ارد گرد سرسبز گھاس پر لگے دودھیا خیمے کسی چھوٹے سے اُزبک قصبے کا سا منظر پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔اونچے پہاڑ سانپ کی طرح رینگتی بل کھاتی ندیاں اوراُس پر دھند کا عالم کیا حسین منظر پیش کرتا ہے۔سوات جاکر یہاں نہ جانا ایک گھاٹے کا سودا ہے۔

حماد شدانہ روزی اور سلمیٰ کو لیکر یہاں آیا تھا۔ تحریم گھر تھی نہیں۔ گل مکئی بیگم کا موڈ نہیں تھا۔ ضلع سوات میں جگہ جگہ خوبصورتی کے حسین مناظر روشن ہیں جو دیکھنے والے کی آنکھ کو خیرہ کرتے نہیں تھکتے ہیں۔

وہ لوگ کینوس بھی ساتھ لائے تھے۔

روزی اور سلمیٰ نیچے میٹ بچھا رہی تھیں۔ حماد اور شدانہ گاڑی میں بیٹھے ہنس رہے تھے
۔

"روزی شندانہ اور حماد بھائی کی جوڑی کتنی سجتی ہے ناساتھ" سلمیٰ نے روزی کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"ارے! ہاں یہ خیال تو مجھے آیا ہی نہیں" روزی اب غور سے انہیں دیکھ رہی تھی ۔شندانہ کی نظریں سامنے تھیں۔ جبکہ حماد کی نظریں شندانہ پر تھیں۔ایسا لگتا تھا کہ اس کے لیے سب سے حسین منظر یہی ہے۔قدرتی مناظر شندانہ سے زیادہ خوبصورت تھوڑی تھے۔ہو بھی کیسے سکتے تھے۔

ہاں وہ اتنا دلکش ہے

جس کو دیکھ کر

ہوائیں رقص کرتی ہیں

فضائیں رشک کرتی ہیں

نظارے کھل سے اٹھتے ہیں

دعائیں ورد کرتی ہیں

ہر منظر پر وہ حاوی ہے

ہر نگاہ کا وہ مرکز ہے

ہاں وہ اتنا دلکش ہے

آئی سی یو کے باہر کھڑے ابراہیم نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔گلاس وال سے نظر آتا چہرہ منجمد تھا۔وہ خاور کو ایسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔خاور کے بھائی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ تھا۔ابراہیم نے اپنے آنسو پیچھے دھکیلے تھے۔وہ اب خاور کے متعلق پوچھ رہا تھا ۔خاور کے بھائی کے چہرے کی سنجیدگی بتا رہی تھی کہ معاملہ تسلی بخش نہیں تھا۔

اسے مسلسل روتے تین گھنٹے گزر گئے تھے۔تحریم نے خبر نہیں سنائی تھی کوئی دھماکہ کر دیا تھا۔اور وہ دھماکہ اتنا تیز تھا کہ اس کے سارے اعصاب ہل گئے تھے۔

New Era Magazine

"گولڈی اور فئیونا کی عادتیں بھی آپ جیسی ہیں" علینہ کو یاد آیا کہ وہ کس طرح گولڈی اور فئیونا کی آڑ میں اس اپنے دل کی باتیں کہہ جاتا تھا۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر اس کے پاؤں مسلسل ایک ہی جگہ بیٹھنے سے سن ہو گئے تھے۔

علینہ کو یاد آیا کہ وہ تحریم کی مہندی پر کس طرح سے اس کے پاؤں بار بار دیکھ رہا تھا۔

"رونے سے کیا ہوگا پگلی اس کے لیے دعا کرو۔ دعا واحد چیز ہے جو تقدیر کو بدل دیتی ہے" وقت نے سرگوشی کی تھی۔

محبت پرنم تھی۔

وہ وضو کر کے صوفے پر پڑی جائے نماز اُٹھانے آئی تو لڑکھڑا کر صوفے پر گی اور فوراً غافل ہو گئی تھی۔

ہما اُٹھی تو تحریم اسے لیے نیازی منزل چلی آئی تھی۔یہاں آکر پتا چلا تھا کہ شندانہ اور حماد باہر نکلے ہوئے تھے۔بڑی اماں کے تسلی دینے سے ہما سنبھل گئی تھی۔ تحریم کچن میں تھی تو وہ بھی وہاں چلی گئی تھی۔

"یہ ہما مجھے کسی کہانی کا معصوم سا کردار لگتی ہے" گل مکئی بولی تھیں۔

"ہاں بالکل سادہ، انجان اور اپنی دنیا میں گم رہنے والی۔اور ایسے لوگ بعض اوقات بہت بڑے نقصان اُٹھاتے ہیں" گل رخ نیازی نے کیا درست تجزیہ کیا تھا۔

گل مئی نے سامنے کیمل کلر کے جوڑے میں ملبوس اپنی ساس کو غور سے دیکھا تھا۔وہ بلا کی قیافہ شناس تھیں۔

طلحہ کی گھنٹے سے جائے نماز پر بیٹھا خاور کی صحت یابی کی دعا کر رہا تھا۔

فون کی گھنٹی بجی تو وہ چونکا تھا۔دوسری طرف ابراہیم تھا۔

"اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تم دعا کرو" ابراہیم نے بغیر کسی سلام دعا کے یہی کہا تھا۔

"ہاں کر رہا ہوں" طلحہ نے کہا تھا۔

"اچھا میں رکھتا ہوں" ابراہیم بولا تھا۔

طلحہ نے سمل کو پیغام بھیج دیا تھا۔ جس میں خاور کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعا کی درخواست کی تھی۔

شندانہ اور حماد دونوں نے پینٹنگز بنائی تھیں۔اور دونوں کی پینٹنگز کی تھیم محبت تھی۔ حماد کی پینٹنگ میں ایک لڑکی سرخ دوپٹا اوڑھے گلاب کے باغ میں جا رہی تھی۔اس کے ارد گرد مناظر میں محبت پھیلی تھی مگر وہ انجان بنی بھاگ رہی تھی۔پینٹنگ بہت دلکش تھی۔شندانہ اور روزی نے بے پناہ تعریف کی تھی۔اس کی پینٹنگ کا ٹائٹل "An unfamiliar" beauty تھا۔

شندانہ کی پینٹنگ میں ایک مرد اور عورت ساتھ کھڑے تھے۔عورت بہت خوش تھی جبکہ مرد کی نگاہیں اپنے سے پیچھے آتی عورت پر تھیں۔اس نے اپنی کہانی کا کیا دلکش منظر کھینچا تھا۔اور پیچھے آنے والی کا چہرہ حیران اور پریشان تھا۔

اس کی پینٹنگ کا ٹائٹل تھا۔

"A true Love triangle"

"پینٹنگ اچھی ہے لیکن مجھے محبت میں یہ تیسرا فرد کبھی نہیں بھاتا ہے۔محبت ایک ایسا اسم ہے جو دو دلوں کے درمیان ہی کام کرتا ہے۔یہ اسم تیسرے کی موجودگی میں بیکار ہو جاتا ہے"حماد نے پینٹنگ کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں یہ تو ہے"شندانہ نے سنجیدگی سے کہا اور فائنل اسٹروک دینے لگی۔

شندانہ اگر زرا غور کرتی تو اسے پتا چل جاتا کہ حماد کی نظریں آجکل اس کے وجود کا طواف کرنے لگی تھیں۔حماد کا محور شندانہ بن گئ تھی۔اس کی کائنات کا مدو جزر آج کل شندانہ کی ایک جنبش کے زیر اثر تھا۔وہ واقعی ایک ساحرہ تھی دلوں کو فتح کر لینے کے فن میں ماہر وہ یکتا۔

علینہ کو ہوش آیا تو اس نے اپنے آپکو ہاسپٹل میں پایا تھا۔اس کی سب سے پہلے نگاہ سمانہ بھابھی پر پڑی تھی۔وہ علینہ کو دیکھ کر مسکرائ تھیں۔

"شکر ہے تمہیں ہوش آیا۔تم نے سچ میں ہمیں ڈرا دیا تھا۔۔"انہوں نے جوس علینہ کی طرف بڑھایا تھا۔

"بھابھی ٹائم کیا ہے"علینہ اب سنبھل کر بیٹھ گئ تھی۔

"دس بج چکے ہیں" وہ بولی تھیں۔

"میرا فون کہاں ہے" علینہ نے پوچھا تھا۔

"ہاں وہ بیگ میں رکھا ہے" سمانہ اب اس کے بیگ سے نکال رہی تھیں۔

علینہ جوس کا گلاس غٹا غٹ پی گئی تھی۔

"میڈم آپ کو ایک اور ڈرپ بھی لگنی ہے ایک گھنٹے بعد۔ میں گھر میں بتا دوں" سمانہ بھابھی نے اس فون پکڑاتے ہوئے کہا تھا۔

علینہ نے فوراً تحریم کا نمبر ملایا تھا۔ دوستی طرف فوراً کال پک کر لی گئی تھی۔

"کیا اسے ہوش آگیا ہے" علینہ نے پوچھا تھا۔

New Era Magazine

"نہیں ابھی تک تو بے ہوش ہے وہ" تحریم نے کہا تھا۔علینہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے تھے۔

"وہ ٹھیک تو ہو جائے گا نا" علینہ نے تحریم سے پوچھا تھا۔

"انشاءاللہ تم دعا کرو" تحریم بولی تھی۔

"ارمغان بھائی آپریشن تھیٹر میں ہیں۔وہ آئیں گے تو پھر ہی ڈرپ لگے گی۔میں نے گھر میں سب کو بتادیا ہے" سمانہ اندر آتے ہوئے بولی تھیں۔

علینہ نے سر ہلا کر آنکھیں موندلی تھیں۔

لبوں پر بس یہی ورد تھا کہ خاور کو ہوش آجائے۔یہ محبت ہمیں کتنا بے بس کردیتی ہے ہم کسی ایسے شخص کے بارے میں سوچنا شروع کردیتے ہیں جس سے ہم کچھ عرصہ

New Era Magazine

پہلے تک مکمل طور پر ناآشنا ہوتے ہیں۔وہ انجان شخص ہماری دنیا بن جاتا ہے۔اور ہم بے بس ہوتے ہیں۔

"یہ عشق نہیں آسان پیاری!"وقت نے کہا تھا۔

ابراہیم کو سکون نہیں تھا وہ وقفے وقفے سے آئی سی یو کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا تھا ۔اس کے لبوں پر مسلسل خاور کی صحت یابی کی دعا تھی۔اسے نہیں پتا تھا کہ کیا وقت ہو رہا تھا۔وہ بھی خاور کی طرح بے حس ہو گیا تھا۔فرق صرف یہ تھا کہ خاور بیڈ پر ساکت لیٹا تھا۔اور ابراہیم باہر ساکت کھڑا تھا۔دوستی دنیا میں سب سے خوبصورت ترین رشتوں میں سے ایک رشتہ ہے۔یہ واحد رشتہ ہے کہ جس کے آگے تمام رشتے ناکام ہو جاتے ہیں۔دوستی سے بڑا کوئی رشتہ نہیں ہے۔یہ پھول اور خوشبو کا رشتہ ہے۔یہ ایک ایسا لازوال بندھن ہے جو دلوں کو جوڑتا ہے۔

طلحہ رات میں ہیڈ کوارٹر سے واپس آیا تو سمل کی کال آنے لگی تھی۔

"خاور کی طبیعت کیسی ہے اب "سمل نے پوچھا تھا۔

"ٹھیک نہیں ہے "وہ ہولے سے بولا تھا۔

"اللہ خیر کرے گا "سمل نے تسلی دی تھی۔

"آمین "طلحہ بولا تھا۔

پھر سمل ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی تھی کہ طلحہ کا ذہن بٹ جائے۔اور وہ واقعی کچھ دیر کو بھول گیا تھا۔

ہم سب کو زندگی میں کچھ ایسے لوگ چاہیے ہوتے ہیں کہ جن سے بات کر کے ہماری ساری پریشانی دور ہو جائے۔ سمل طلحہ کی زندگی میں وہ تھی۔

علینہ کو دوسری ڈرپ لگ چکی تھی۔اس کے ذہن میں بس خاور کا چہرہ تھا۔اوپر سے اتنے دنوں کی لاپروائی اور بے زاری نے کام دکھایا تھا۔وہ کھانا بھی نکھار ہی تو مزید کام خراب ہو گیا تھا۔علینہ کو گولڈی اور فئیونا بھول گئی تھیں۔اسے یاد رہا تھا تو صرف خاور تھا۔ہماری زندگی میں مختلف فیز آتے رہتے ہیں۔ہماری ترجیحات بھی بدلتی رہتی ہیں۔ ایک وقت میں عزیز تر شخص یا چیز دوسرے وقت میں اپنی کشش کھو دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح کوئی بے معنی چیز یا جنبی شخص انتہائی اہم شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تبدیلی کائنات کا حسن ہے اور اسی میں بقا قائم ہے۔

"تم سے میرا رشتہ دعا کا ہے، ملاقات کا نہیں ہے" شندانہ نے ابراہیم کو میسج کیا تھا۔ابرا ہیم نے پڑھا تو چہرے پر ہلکی سی مسکان آئی تھی۔

"خاور آئی سی یو میں ہے۔اس کے لیے دعا کرو" ابراہیم نے لکھ بھیجا تھا۔

"اللہ صحت دے" شندانہ نے ٹائپ کیا تھا۔

وہ پھر سیل فون لیکر باہر آگئی تھی۔وہ لوگ مغرب کے بعد گھر پہنچے تھے۔کھانے پینے کا موڈ نہیں تھا تو دونوں اپنے رومز میں چلے گئے تھے۔شندانہ ہما کی آمد سے بے خبر تھی۔

"کافی پیو گی؟" حماد نے پوچھا تھا۔

"نہیں موڈ نہیں ہے" شندانہ بولی تھی۔

"سڑیل لڑکی پی لو" اس نے اصرار کیا تھا۔

وہ مسکرادی تھی۔اس نے فریج سے جوس نکالااور باہر چلی گئ۔

"اُف یہ لڑکی" وہ بڑبڑایا تھا۔

ایک لڑکی ہے انجانی سی

کچھ پاگل سی

کچھ چنچل سی

وہ اڑتی تتلیوں جیسی

کبھی ہاتھ نہ آنے پائے وہ

میں پاگل پنچھی آوارہ

پھرتا ہوں اسکی طلب میں

مارا مارا

شندانہ کمرے میں گئی تو وضو کر کے جائے نماز بچھائی اور نماز ادا کرنے لگی تھی۔

رات کے تقریباً دو بجے خاور کو ہوش آگیا تھا۔سب کے چہروں پر جو مردنی چھائی ہوئی تھی وہ یکدم سے سرخی میں بدل گئی تھی۔

ڈاکٹرز کسی کو اندر نہیں جانے دے رہے تھے۔ابراہیم نے طلحہ، تحریم شندانہ اور علینہ کو بیک وقت میسج کیا تھا۔ابراہیم ہاسپٹل کی مسجد میں فوراً شکرانے کے نوافل ادا کرنے

چل پڑا تھا۔بلآخران سب کی دعاؤں سے خاور کو ہوش آ ہی گیا تھا۔وہ موت کی وادی سے زندگی کی وادی میں لوٹ آیا تھا۔

"زندگی کی رونقوں میں واپسی مبارک ہو پیارے!"وقت نے کہا تھا۔

"شہر محبت کے تمام باسی تمہاری سلامتی کے لیے دعا گو ہیں"محبت بولی تھی۔

ایک ماہ بعد

کتاب:چاندماری

کرنل خاقان ساجد

فوجی کہیں جسے....

New Era Magazine

فوجی وہ مخلوق ہے جو صبح جنگلوں میں، شام کو دنگلوں میں اور رات کو کمبلوں میں پائی جاتی ہے۔ دوپہر کو لنگروں میں دال روٹی کھاتی بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ میدان جنگ میں چنے، گڑ اور گولی کھاتی ہے۔ زمانہ امن میں گالی کھاتی ہے جو اسے اپنے ہی دیتے ہیں۔ یہ مخلوق دشمن کی گولی سے نہیں مرتی، اپنوں کی گالی سے مر جاتی ہے۔

فوجی طبیعتاً من موجی ہوتا ہے۔ میلوں ٹھیلوں میں خوش رہتا ہے۔ دوسرے ڈھول کی تال پر رقص کرتے ہیں، یہ ڈھول کی تال پر مارچ کرتا ہے۔ اس کا مارچ سب کو اچھا لگتا ہے۔ کوئیک مارچ اچھا نہیں لگتا۔

فوجی جس علاقے میں رہتا ہے اس کو چھاؤنی کہتے ہیں۔ کسی زمانے میں چھاؤنیاں شہر سے باہر تھیں۔ رفتہ رفتہ شہر ان سے محبت کے مارے بغل گیر ہو گئے۔ اب چھاؤنیوں میں سویلین کے بنگلے زیادہ نظر آتے ہیں اور فوج کی بیرکیں کم۔

فوجی اپنی ہی چھاؤنی میں ریڈ انڈین لگتا ہے۔ لاہور چھاؤنی کی مصروف شاہراہ پر ایک فوجی ٹرک سرخ اشارے پر رکا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں ایک کار آر کی جسے ایک

سویلین خاتون چلا رہی تھیں۔انہیں بائیں ہاتھ مڑنا تھا۔ٹرک مگر کچھ یوں کھڑا تھا کہ کار آسانی سے نہیں گزر سکتی تھی۔خاتون نے دو تین بار ہارن بجایا مگر اپنی ہی دھن میں مگن ڈرائیور نے دھیان نہیں دیا۔خاتون نے مٹھیاں بھینچ کر اسٹیر نگ پر ماریں اور جھلائے ہوئے لہجے میں کہا: "ایک توان فوجیوں نے کینٹ پہ قبضہ کیا ہوا ہے!"

صفائی کے معاملے میں فوجی بہت خبطی ہوتا ہے۔ہر کھڑی چیز کو چونا اور چلتی چیز کو سلیوٹ کرنا اس کی فطرت ثانیہ ہے۔جہاں رہتا ہے اس جگہ کو صاف کرنے اور بنانے سنوارنے میں لگا رہتا ہے۔یہ خواہ مخواہ کی صفائی چھاؤنی سے متصل شہری آبادیوں کی حالت زار کو مزید نمایاں کر دیتی ہے اور ان کی ابتری کا الزام ان بیچاروں پہ لگ جاتا ہے۔فوجی کو چاہیئے کہ صفائی کے معاملے میں ہاتھ ذرا ھولا رکھے اور میونسپل کارپوریشن کے معیار صفائی سے مطابقت پیدا کر لے۔

فوجی دائمی قرضئی ہوتا ہے۔مہینے کی پہلی تاریخوں میں سخی اور آخری تاریخوں میں مہا سخی ہو جاتا ہے۔کنٹین اور میس میں اس کا ادھار کھاتا چلتا ہے۔جب جیب خالی ہو جائے تو قرض کی مے پینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

چٹیں(chits)لکھ لکھ کر حسب منشاء چائے بسکٹ اور سگریٹ منگواتا رہتا ہے۔مہینے کے آخر میں جب فاقہ مستی رنگ لاتی ہے تو بل دیکھ کر بلبلا اٹھتا ہے۔یہ انگریزی مقولا تھوڑے تصرف کے ساتھ اس پہ صدق آتا ہے:

Where there is a will there is a way

)and where there is a bill, there is no way(!..

چھٹی فوجی کی سب سے بڑی کمزوری ہے جو پیشہ ورانہ مصروفیات کے باعث اسے کم ہی ملتی ہے۔اس لئے جب مل جائے تو فوجی کی خوشی دیدنی ہوتی ہے۔اتھرا بیل قابو کرنا آسان ہے مگر اس فوجی کو قابو کرنا مشکل جس کے ہاتھ میں چھٹی کا پروانہ ہو۔

پلٹن کے گیٹ سے نکل کر گاؤں کی طرف جانے والی بس میں بیٹھ جائے تو بے چنت ہو جاتا ہے۔ان لمحات میں ہشاش بشاش چہرے اور ہیئر کٹ کی بدولت دور سے پہچانا جاتا

ہے۔عالم سرخوشی میں ہر خوانچہ فروش کا سواگت کرنا فرض عین سمجھتا ہے۔ہمسفروں
سے بھائی چارہ اور خیر سگالی کا اظہار کرتا دکھائی دیتا ہے۔

عام حالات میں کوک پیئے نہ پیئے دوران سفر اس قدر بامروت ہو جاتا ہے کہ کوئی یکسر
اجنبی ہمسفر بھی مشروب پینے کی دعوت دی تو اس کا دل توڑنا گوارا نہیں کرتا۔ماآل کار
جب ہوش آتا ہے تو نوسر باز اس کی ساری تنخواہ لے کر رفو چکر ہو چکا ہوتا ہے۔

گھر چونکہ کبھی کبھار جاتا ہے اس لئے بسااوقات اس کے اپنے بچے اسے نہیں پہچانتے
اور بڑی دلچسپ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ایک فوجی سیاچین کے محاذ پر عسکری
خدمات سرانجام دے رہا تھا۔کئی ماہ بعد چھٹی لے کر آیا تو اسے دیکھ کر چھوٹا بیٹا ماں سے
پوچھنے لگا:

۔۔۔"اماں۔یہ وہی چاچا ہے ناں جو پچھلی سردیوں میں ہمارے گھر آیا تھا؟"

فوجی ملک کے لئے بے بہا قربانیاں دیتا ہے۔گھر بار بھلا کر دن رات سرحدوں کی نگرانی کرتا ہے۔وطن پر کڑا وقت آئے تو اس کے دفاع کے لئے اپنی جان کی پروا بھی نہیں کرتا۔لیکن اندر سے دکھی اور حساس ہوتا ہے۔ایک فوجی پچیس سال سروس کے بعد ریٹائر ہوا اور گاؤں واپس آیا تو سکول ماسٹر نے سوال کیا:

"سناؤ، کیا تاثرات ہیں۔فوجی سروس میں کیا کھویا، کیا پایا۔۔۔؟"

فوجی نے سرد آہ کھینچ کر جواب دیا:

"ماسٹر جی۔نہ بیوی کی جوانی دیکھی، نہ بچوں کا بچپن!"

ان تمام مشکلات کے باوصف پاک فوج کے ساتھ ایسا رومان وابستہ ہے کہ ہر نوجوان خاکی وردی زیب تن کرنے کا آرزومند رہتا ہے۔

کبھی فوج میں شمولیت آسان تھی۔اب بھرتی کے امیدوار کو اتنے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے کہ اس کا بھرتہ بن جاتا ہے۔ بالخصوص کمیشن لینا تو بہت ہی مشکل ہے۔یہی بات ایک فوجی افسر نے ایک ٹھیکیدار کے سامنے

دہرائی تو وہ بولا:

"سول کے افسر تو دھڑلے سے کمیشن لیتے ہیں۔تم فوجیوں کے ذہن پر کورٹ مارشل کا ڈر سوار رہتا ہے۔۔۔!"

ان سطور کا کوئی قاری اگر فوج میں بھرتی کا خواہش مند ہے مگر کڑے معیار پر پورا نہیں اترتا تو ہم اسے ایک آسان سا راستہ بتاتے ہیں۔

وہ فٹ بال، ہاکی، کبڈی یا باکسنگ میں مہارت پیدا کر کے کھیل کی بنیاد پر بھرتی ہونے کی کوشش کرے۔ان شاءاللہ کامیابی سپاہی پائندہ خان کی طرح اس کے بھی قدم چومے گی۔وہ اسی بنا پر فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ہر وقت گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلتا دکھائی

دیتا۔اس کا ایک باریش ساتھی سپاہی صبغت اللہ اسے نصیحتیں کیا کرتا کہ وہ پنجگانہ نماز باجماعت ادا کیا کرے تاکہ یوم حساب اسے بہشت میں داخلے کا پروانہ مل سکے۔وہ مگر اپنے دوست کی نصیحتوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتا تھا۔اتفاق سے دونوں جلد ہی ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔سپاہی صبغت اللہ کو نیکی اور پرہیز گاری کی بدولت فوراً جنت میں اعلیٰ مقام نصیب ہو گیا۔

ایک دن جب وہ اپنے قصر سے باہر نکلا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سپاہی پائندہ خان بھی جنتیوں میں شامل ہے اور سامنے میدان میں فٹ بال کھیل رہا ہے۔۔

"تم یہاں کیسے پہنچے؟"اس نے استفہامیہ لہجے میں سوال کیا۔

"میں گیم بیس(games basis)پر آیا ہوں۔۔"سپاہی پائندہ خان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔وہ پیراگراف پڑھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔جب اس نے کتاب بند کی تو خاور کے قہقہوں سے کمرہ گونج رہا تھا۔ایک ماہ کوئٹہ رہنے کے بعد خاور

اب ابراہیم کے پاس سوات آگیا تھا۔اس کے کافی زخم اب مندمل ہو چکے تھے۔ لیکن ابھی وہ مکمل صحت مند نہیں ہوا تھا۔

ہما سفینہ لاج میں آچکی تھی۔اس کی ڈیلیوری میں اب کم ہی وقت رہ گیا تھا۔وہ سوات کو مس کرتی تھی۔وہاں کے ڈھلوانی راستے اور قد آور پہاڑ اس کو واپس بلاتے تھے۔اور خصوصاً ابراہیم تو اسے دن رات یاد آتا تھا۔وہ سفینہ لاج کی راہداریوں میں چکراتی پھرتی تھی۔ کبھی فون میں ابراہیم کی تصاویر دیکھتی تو کبھی اس کی باتیں یاد کر کے مسکرا دیتی تھی۔ان دونوں کے درمیان عارضی جدائی تھی۔ مگر ہما کا دل سنبھل نہیں پا رہا تھا۔

محبت میں جدائی کالے پانی کے سزا سے کم نہیں ہے۔اس بات کا اندازہ اسے اب ہو رہا تھا۔

لاہور میں آج کل کڑاکے کی گرمی پڑ رہی تھی۔اگست ختم ہونے والا تھا۔مگر فضا میں پھیلا حبس ختم ہونے کو نہیں آ رہا تھا۔ سمین آپا کے وہی شب و روز تھے۔ان کی دعاؤں نے اب شدت اختیار کر لی تھی۔وہ بس یہی دعا کرتی تھیں کہ خدا ابراہیم کا دل بدل دے۔نا ممکن کا لفظ تو انسان کی لغت میں ہے۔خدا کے آگے تو کچھ بھی نا ممکن نہیں ہے۔بے شک وہ ہر چیز پر حاوی ہے۔

کاشان اپنے فائنل ایگزامز کے بعد چلا آیا تھا۔اس کی گریجوئشن مکمل ہو گئی تھی۔اس لگی بندھی روٹین میں زرا تبدیلی ہو گئی تھی۔

"کاشان اُٹھ جاؤ سب ناشتہ پر انتظار کر رہے ہیں" سمین کاشان کو جھنجھوڑ کر اُٹھا رہی تھیں۔

"سونے تو دیں میں زرا دیر سے کروں گا" نیند سے بھرے لہجے میں وہ بولا تھا۔

"اٹھتے ہو یا پانی کا جگ پھینکوں؟" انہوں نے پرانا طریقہ آزمانا چاہا تھا۔

"میری ظالم ماں! بچہ پردیس سے آیا ہے۔ نیند تو پوری کرنے دو" کاشان اب اُٹھ بیٹھا تھا۔ وہ ابھی بھی نیند میں جھول رہا تھا، وہ مسکرادیں۔ اسے کان سے پکڑ کر واش روم میں چھوڑا اور اے۔سی بند کر کے باہر آ گئیں۔

"کیا پلان ہیں برخوردار؟" عون نے انڈہ کھاتے کاشان سے پوچھا تھا۔

"کچھ خاص نہیں ابھی تو میں سوات جاؤں گا پھر سفینہ لاج اس کے بعد کچھ سوچیں گے" کاشان نے اپنے پلانز بتائے تھے۔

"اچھا تو دو تین مہینے گھومنے پھرنے کا ارادہ ہے" انہوں نے چائے کا سپ لیا تھا۔

"جی بالکل" تن دہی سے ناشتہ کرتے ہوئے کاشان نے کہا تھا۔

عون نے اثبات میں سر ہلایا اور سمین کی طرف متوجہ ہو گئے جو کوئی اور قصہ لیکر بیٹھی ہوئی تھیں۔

علینہ کو کافی عرصہ "Weekness" رہی تھی۔آج کل وہ ٹھیک تھی۔خاور سے ہفتے میں دو سے تین بار بات ہوتی ہو جاتی تھی۔اس ایک حادثے نے علینہ کی دل کی حالت کو خاور پر مکمل عیاں کر دیا تھا۔اس سارے قصے میں یہ ہوا تھا کہ علینہ اور خاور ایک دوسرے کے قریب آچکے تھے۔

"ایک حادثے نے عیاں کر دیا یہ حال دل

ورنہ آپ نے کہاں ہماری خبر لینی تھی

New Era Magazine

میسج ٹون بجی تو علینہ نے فون دیکھا تھا۔ حسب توقع خاور کا میسج تھا۔ وہ شعر پڑھ کر مسکرا ئی۔

"چلو ہم نے حال تو پوچھ لیا بالم
ورنہ یہ رسم تو پرانی ٹھہری"

علینہ نے جھٹ سے میسج ٹائپ کیا اور بھیج دیا تھا۔

'علینہ بی بی گولڈی کو کچھ ہو گیا ہے آپ آ کر دیکھ لیں" ملازمہ نے کہا تو وہ فون چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔

سوات ویسا ہی تھا۔ نیازی منزل میں وہی معمول کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ گرمیوں کے سیزن کے باعث پنجاب اور سندھ سے رشتہ دار آ جا رہے تھے۔ کچھ باہر سے بھی آ

New Era Magazine

ئے تھے۔سب یہاں نیازی منزل میں قیام کرتے تھے۔بڑی اماں چونکہ خاندان کی بڑی تھیں توسب کادل یہاں زیادہ لگتا تھا۔حماد پچھلے ایک ماہ سے ملائیشیا گیاہوا تھا۔اس کی واپسی جلد ہی متوقع تھی۔

شندانہ کی آج کل پڑھائی کے علاوہ کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ہما کی ڈیلیوری کے دن جوں جوں قریب آتے جارہے تھے۔اس کادل ڈوبتا جارہا تھا۔آنے والا ہما کی پوزیشن اور بھی مضبوط کردیتا۔شندانہ کی اس "Happy Family" کی تصویر میں کہیں جگہ نہیں بنتی تھی۔یہ بات اسے پہروں سوچنے پر مجبور کردیتی تھی۔اولاد کے لیے انسان کچھ بھی کر سکتا ہے۔اور شندانہ جانتی تھی کہ ابراہیم اپنے بچے کی نفسیات سے کبھی نہیں کھیلے گا۔وہ ہما کو کوئی دکھ نہیں دے گا۔شندانہ تو تیسرا وجود تھی۔ابراہیم اس کالاحاصل عشق تھا جس کااندازہ اسے اب ہورہا تھا۔تحریم کی شادی سے لیکراب تک آٹھ ماہ میں وہ ابراہیم کی محبت میں سرتاپیر ڈوب چکی تھی۔

"شندانہ کیاسوچ رہی ہو؟" بڑی اماں نے گہری سوچ میں گم پوتی سے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں بس ویسے ہی" وہ پھیکا سا مسکرائی تھی۔

"آج میں نے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔میرے کمرے میں چلو" وہ بولی تھیں۔

شندانہ اُٹھ کر ان کے ساتھ چل پڑی تھی۔

"حماد تمہیں کیسا لگتا ہے؟" انہوں نے اپنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟؟ حماد بھائی برے کس کو لگتے ہوں گے" شندانہ کے لہجے میں حیرانگی تھی

۔

"مطلب تم اسے کزن یا بڑے بھائی کے طور پر دیکھتی ہو شریک حیات کے طور پر سوچا جائے تو تمہیں کیسا لگے گا" بڑی اماں نے شندانہ کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔

"لیکن میں نے تو ایسا کبھی نہیں سوچا۔اور حماد بھائی کا تو کبھی نہیں۔میری طرف سے صاف انکار ہے"شندانہ بولی تھی۔

"اچھا تو کس کے بارے میں سوچا ہے پھر؟"بڑی اماں نے پوچھا تھا۔

شندانہ کو چپ لگ گئی تھی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے؟"انہوں نے پھر پوچھا تھا۔

"نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے"اس نے نگاہیں چرائی تھیں۔

"تو بس کیا تمہیں صرف یہی اعتراض ہے کہ حماد کو تم بھائی سمجھتی ہو"وہ بولی تھیں۔

"نہیں مجھے کوئی اور پسند ہے۔لیکن بد قسمتی سے وہ میرا نصیب نہیں ہے"شندانہ نے جی کڑا کر کے کہہ دیا تھا۔

"کون ہے وہ خوش قسمت انسان "انہوں نے پوچھا تھا۔

"کیا کریں گی جان کر جس گاؤں نہیں جانا اسکا راستہ پوچھنا بیکار ہے "اس کے لہجے میں ما یوسی تھی۔

"اگر وہ تمہیں پسند ہے تو اسے کہو کے رشتہ بھیجے ہم انکار نہیں کریں گے "بڑی اماں مسکراتے لہجے میں بولی تھیں۔انہیں شندانہ کے رنگ ڈھنگ کافی عرصے سے بدلے بدلے لگ رہے تھے۔آج کل تو وہ دنیا بھر سے انجان تھی۔حماد کے والد نے حماد کے کہنے پر بڑی اماں سے فون پر رشتے کی بات کی تو انہوں نے سوچ لیا کہ شندانہ کے دل کا بھید کیسے کھولا جائے۔

"وہ مجھے دل و جان سے پسند ہے بڑی اماں پر "شندانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"پر کیا؟"انہوں نے پوچھا تھا۔

New Era Magazine

"وہ پہلے سے شادی شدہ ہے "شندانہ نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

بڑی اماں کو تو ہول اُٹھنے لگے تھے۔

"کیا معاملہ یک طرفہ ہے؟"انہوں نے فوراً پوچھا تھا۔

"نہیں "شندانہ نے کہا تھا،ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"جب وہ تمہیں پسند کرتا تھا تو اس نے شادی کیوں کی "بڑی اماں نے کڑے انداز میں پوچھا تھا۔

"وہ شادی کر کے آ رہا تھا کہ مجھ سے ٹکراؤ ہو گیا اور پہلی نظر میں محبت ہو گی اُسے "

"نام کیا ہے اس کا؟ خاندان کیا ہے؟"بڑی اماں نے پوچھا تھا۔

"اس کا نام محبت ہے۔وہ شہر محبت کا رہنے والا ہے۔یہی اس کا تعارف ہے"شندانہ اب فرش پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تم بتاتی ہو یا میں یاور کو بلاؤں؟"انہوں نے دھمکی دی تھی۔

"ابراہیم علی خان"شندانہ نے ہولے سے کہا اور سسکیاں لینے لگی۔

بڑی اماں کو پہلے حیرت ہوئی اور پھر اچنبھا ہوا اور پھر غصہ آیا تھا۔

"کیاااا؟ابراہیم ہما کا کزن؟"بڑی اماں نے پوچھا تھا۔

"ہاں جی"شندانہ بولی تھی۔

"شندانہ میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی تھی ؟" بڑی اماں نے کپکپاتے لہجے میں پوچھا تھا

۔

" کہیں نہیں کمی میرے نصیب میں رہ گئی تھی۔ جو میں لاحاصل محبت کا شکار ہوئی تھی

"شندانہ نے ان کی گود میں سر رکھا تھا۔ وہ اب اس کے بال سہلا رہی تھیں۔

"لیکن وہ یہ خیال کر لیتا کہ تحریم اس گھر کی بہو ہے۔ وہ تمہیں کہتا ہی نا۔ دل میں رکھتا بات" بڑی اماں نے کہا تھا۔ انہیں ابراہیم سمجھدار لگتا تھا۔ انہیں ابراہیم سے اس بات کی امید نہیں تھی۔

لیکن جہاں امید ختم ہوتی ہے۔ وہاں سے محبت شروع ہوتی ہے۔ وہ یہ بات جانتی تھیں۔ اور شندانہ کی حالت اچھی طرح یہ بتا رہی تھی کہ معاملہ صرف پسندیدگی کا نہیں تھا۔ شندانہ کو جان لیوا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ جس کا تریاق صرف ابراہیم کا وصل تھا اور کچھ نہیں تھا۔ دنیا میں کینسر اور یہاں تک کہ اب ایڈز جیسی بیماری قابل علاج ہے۔ اگر لاعلاج ہے تو صرف محبت ہے۔ ہم لاکھ بھاگ لیں۔ لاکھ طریقے اپنائیں۔ دل کے

آگے ہزاروں تاویلیں گھڑیں۔ہم محبوب کے بغیر تو رہ سکتے ہیں لیکن محبت کے بغیر نہیں۔ کبھی یادوں کا کینسر جان کھینچتا ہے۔تو کبھی باتیں رلاتی ہیں۔جدائی ہر صورت عذاب ہے۔محبت یک طرفہ ہو تو دل بہل جاتا ہے۔دو طرفہ ہو تو انسان اقرار کے لمحے میں قید ہو جاتا ہے۔ جس سے رہائی کی واحد صورت موت ہی ہے۔

"اس بات سے اور کون کون واقف ہے؟"انہوں نے پوچھا تھا۔

"بس آپ ہیں ہم دونوں کے علاوہ"شندانہ نے ناک ٹشو پیپر سے صاف کی تھی۔

"اپنے قدم موڑلو شندانہ! تم غاصب نہیں ہو سکتی" بڑی اماں نے کہا تھا۔

"موڑ چکی ہوں، یہ دل نہیں سنبھلتا بڑی اماں"شندانہ نے کہا تھا۔انہوں نے بے حال ہوتی اپنی پوتی کو دیکھا۔وہ ان کے جگر کا ٹکڑا تھی۔ بالکل ایسے ہی تیس سال پہلے گلہ لائی ان کے کمرے میں بیٹھی رو رہی تھی۔

"اماں اسد کو میرا نصیب بنا دیں۔میں کسی اور کے ساتھ نہیں رہ سکتی" اور انہوں نے بے پناہ مخالفتوں اور خاندانی رنجشوں کو نظرانداز کر کے اسد کو گلہ لائی کا نصیب بنا دیا تھا۔اور ٹھیک پانچ سال بعد وہ اس کی میت پر یہ سوچ رہی تھیں کہ انہوں نے روحینہ کی بچپن کی محبت چھینی تھی۔خدا نے تو ان سے ان کی محبت چھین لی تھی۔وہ اس بار شندانہ کو روکنے والی تھیں۔بلکہ جو دریا ٹھیں مارتا ہوا نیازی منزل کا رُخ کر رہا تھا۔وہ اس دریا کا منہ موڑنا جانتی تھیں۔شندانہ روتے روتے وہیں سو گئی تھی۔

ابراہیم آج کل بہت خوش و مطمئن تھا۔اس کی ایک وجہ تو خاور کا یہاں ہونا تھا۔ دوسری وجہ حماد کا نیازی منزل سے واپس جانا تھا۔اور تیسری وجہ اس کا باپ بننا تھی۔ پہلے وہ جاب کی مصروفیت اور ٹرانسفر کے بعد شفٹنگ اور پھر شندانہ میں الجھا رہا تھا۔ اسے ٹھیک طرح سے خوش ہونے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔پھر اب روز ماما سے فون پر بات کرتا تو ان کے پاس صرف یہی ٹاپک ہوتا تھا۔ہما کے پاس بھی یہی باتیں تھیں۔تو وہ اب سب کچھ بھلائے اپنے ہونے والے بچے کے متعلق سوچ رہا تھا۔

شندانہ سے رابطہ کم کم ہی ہوتا تھا۔کیونکہ نیازی منزل میں مہمان تھے۔ابراہیم بھی اسے زیادہ ڈسٹرب نہیں کرتا تھا۔جبکہ دوسری طرف شندانہ دن رات ایک ہی بات کو لیکر پریشان تھی۔اسے ایک لمحے کو سکون نہیں تھا۔اس کی تمام حالت سے ابراہیم بے خبر تھا۔

طلحہ کی ٹریننگ مکمل ہو گئی تھی۔اسے ایک مشن پر ملتان بھیج دیا گیا تھا۔کیونکہ وہ چار سال ملتان رہ چکا تھا۔اس نے سمل کو صرف یہ بتایا تھا کہ وہ لاہور جائے گا۔اگر ملتان کا بتادیتا تو وہ جان کر ہی ٹلتی۔

اور روز طلحہ سے ملنے پہنچ جاتی۔اس کا نمبر بند تھا۔اسے دوسرا فون دے دیا گیا تھا۔ صرف ابراہیم اور خاور کو پتا تھا کہ طلحہ ملتان میں ہے۔

طلحہ کو شہر میں گول گپوں کا اسٹال لگانا تھا۔اور شہر کے وسط میں سامنے موجود سو سائٹی کی عمارت سے دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو پکڑنا تھا۔اس لیے وہ نا معلوم مدت کے لیے ملتان آچکا تھا۔ایک ہفتہ تو وہ بالکل ٹھیک رہا۔ بالوں پر وگ لگائے اور ڈھیلا سا لباس پہنے داڑھی کے ساتھ وہ ایک بدلا ہوا طلحہ تھا۔پہاڑوں کا شہزادہ مٹی کی محبت میں کیا سے کیا بن گیا تھا۔ پھر ایک دن تیز گاڑی اُڑاتے سمل وہاں سے گزری تو وہ چونک گیا تھا۔ سمل جتنی تیز تھی وہ جانتا تھا۔اس کی ڈیوٹی ایسی تھی جس میں منہ بند رکھنا پڑتا تھا۔آنکھیں اور کان کھلے رکھنا ہوتے تھے۔اس میں اسے کم سے کم لوگوں سے رابطہ رکھنے کو کہا گیا تھا۔اگر سمل میں زرا سا صبر و تحمل بھی ہوتا تو وہ اسے بتا دیتا مگر وہ اسے بتانے کی سنگین غلطی نہیں کر سکتا تھا۔اسے اپنا کیریئر جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔اس نے یہ کیا کہ وہ روڈ سے زرا دور کھڑا ہونے لگا تھا۔یوں سامنے سے آتی گاڑیوں کا مرکز نگاہ بننے سے وہ بچ گیا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ سمل کے اندر ایک بھٹکی ہوئی بدروح کا بسیرا ہے۔وہ اس کے اسٹال پر گول گپے کھانے بھی آسکتی تھی،بلکہ وہ آ گئی تھی۔پوری آن شان اور بان سے وہ گاڑی پارک کر کے اسی کی طرف آ رہی تھی۔ طلحہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ سر جھکا لیا تھا کہ کہیں نظروں کی گستاخی پکڑی نہ جائے۔

بھائی سو روپے کے بڑی پلیٹ بنادو" سمل بولی تھی۔ طلحہ نے نظریں جھکا کر اثبات میں سر ہلایا اور بنانے لگا۔

"ویسے اسٹال کا نام تو نرالا رکھا۔اب کھا کر پتا چلے گا کہ واقعی نرالا ذائقہ ہے بھی یا نہیں "دوپٹہ سر پر جمائے وہ کہہ رہی تھی۔پیازی رنگ کے جوڑے میں وہ الگ سی دکھ رہی تھی۔ طلحہ نے اسے اب تک جینز اور کرتا میں ہی دیکھا تھا۔دل نے ضد کی تھی۔ مگر فرض آتے آگیا تھا۔

پانچ منٹ میں وہ بڑی پلیٹ بنا چکا تھا۔ سمل نے ایک چکھا تھا۔اسے بہت لذیز لگا تھا۔ بہت لذیذ ہیں۔اب میں اپنی سہیلیوں کو یہاں کا بتاؤں گی۔ بلکہ اپنے بلاگ پر بھی ذکر کروں گی۔ سمل نے یہ کہہ کر تصویر کھینچنا چاہی تھی۔ طلحہ نے منہ سائیڈ پر کر لیا تھا۔ اس کی کئیر نہیں آئی تھی۔البتہ اسٹال کی جگہ واضح ہو رہی تھی۔ سنل شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔ طلحہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔وہ اسے نہیں پہچان سکی تھی۔ کور ایجنٹ ہونا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ یہ فلموں میں جاسوسوں کو ایگزیکٹو اور بہت شاہانہ انداز میں

دکھایا جاتا ہے۔در حقیقت جاسوسی ایک بہت مشکل اور احتیاط کا کام ہے۔اس میں کبھی مہینے اور کبھی سال لگ جاتے ہیں۔تب کہیں جا کر آپ اپنا ہدف حاصل کر پاتے ہیں۔

"کچھ عجیب تھا یہ گول گپے والا نظریں جھکا کر بات کر رہا تھا۔آج کل کے دور میں کون اتنا شریف ہوتا ہے؟"وہ کھاتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔

خاور علینہ سے ہر بات کر لیتا تھا۔وہ اسے اب تک پرپوز نہیں کر سکا تھا۔روز وہ ہزاروں تراکیب سوچتا اور ان کو ٹھکرا دیتا تھا۔پھر ایک دن ایک "Magical Idea" اسے کے ذہن میں آیا تو وہ نئے سرے سے پرجوش ہو گیا تھا۔ابراہیم نے اس کے کہنے پر ایک بار پھر بات کی تھی۔اب کی بار اس نے یاسر بھائی سے کہا تھا۔خاور کے گھر والوں کی طرف سے بھی اس پر شادی کا دباؤ تھا۔

ملتان میں آئیں تو اس وقت علینہ کے گھر میں کہرام برپا تھا۔ گولڈی مر چکی تھی۔ دو تین دنوں سے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ علینہ کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔ سب بچے بھی علینہ پھوپھو کے ساتھ مل کر رو رہے تھے۔ سب بڑوں کے چہروں پر تو مصنوعی سنجیدگی تھی۔ علینہ کی تو حالت ہی خراب تھی۔ وہ اتنی گرمی میں آم کے پیڑ کے نیچے گولڈی کی قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ فئیونا اس کے آگے پیچھے ٹہل رہی تھی۔

تحریم کو گولڈی کی موت کا پتا چلا تو وہ بہت خوش ہوئی تھی۔ اسے علینہ کی حالت کو سوچ سوچ کر مزہ آرہا تھا۔ وہ پچھلے ماہ صرف دو دن کے لیے ہی ملتان جا سکی تھی۔ نیازی منزل میں مہمان آگئے تو اسے واپس آنا پڑا تھا۔ شادی شدہ زندگی میں بس تیاریوں اور گھومنے پھرنے کی حد تک فینٹسی تھی۔ بعد میں تو ذمہ داریوں کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

یاور نے کہا تھا کہ ستمبر میں وہ جتنے دن کے لیے چاہے چلی جائے وہ نہیں روکے گا۔وہ اب دن گن رہی تھی۔

میری اور نوشیر واں کی منگنی کو ایک ماہ سے اوپر ہو گیا تھا۔نوشیر واں کا فائنل سمیسٹر تھا ۔جس کے بعد وہ شادی کرنے والے تھے۔آج وہ فارغ تھا تو میری کے پاس چلا آیا۔

"مجھے کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ ہما خوش نہیں ہے"میری نے نادانستہ طور پر تکلیف دہ موضوع چھیڑ بیٹھی تھی۔

"کیوں؟"نوشیر واں نے پوچھا تھا۔

"بس وہ ابراہیم شروع سے"Proudy"تھا۔اب بھی ویسا ہی ہے۔ہما بیچاری شادی کے بعد بھی اس کے لیے تڑپتی رہتی ہے۔وہ بس اپنی جاب میں مصروف رہتا ہے"

"کچھ لوگوں کو اظہار نہیں آتا وہ خاموش محبت کرتے ہیں۔وہ شاید ایسا ہو"نوشیر واں آ ہستہ سے بولا تھا۔

"مجھے نہیں لگتا۔ابراہیم اپنے علاوہ کسی سے محبت نہیں کر سکتا"میری بحث پر اتری تھی ۔

"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ کیا بنا رہی ہو؟"

"تمہارا بھیجا، کھاؤ گے کیا؟"میری نے کہا تو نوشیر واں بے ساختہ مسکرا دیا اور میری اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

کائنات میں اس وقت سب سے زیادہ حسین مسکراہٹ نوشیر واں کے چہرے پر تھی۔ اور بلاشبہ رشک کرتی ہوئی محبت نے میری کے وجود کا احاطہ کر رکھا تھا۔دونوں چاند جیسے وجود تھے۔اور چاند سے خوبصورت بھی کوئی ہو سکتا ہے کیا؟؟

New Era Magazine

رات کا ایک بج رہا تھا کہ ابراہیم نیند سے اُٹھ بیٹھا تھا۔اس نے بہت ہی عجیب خواب دیکھا تھا۔ایک لمحے کو اس کو لگا کہ اس کا دل پھٹ جائے گا۔

اس نے سفینہ لاج کال کی وہاں سب ٹھیک تھا۔پھر اس نے شندانہ کو کال کی تھی۔اس کے نمبر پر بیل جا رہی تھی۔مگر وہ اُٹھا نہیں رہی تھی۔

"یہ لڑکی کبھی بھی وقت پر نہیں اُٹھائے گی" ابراہیم بڑبڑایا اور وضو کرنے واش روم چل دیا تھا۔

شندانہ نے جب سے بڑی کو رازدار بنایا تھا وہ اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی تھی۔ عشق نے اسے بیچ منجدھار میں چھوڑ دیا تھا۔ابراہیم دل کی وہ خواہش تھی۔جو چھوڑی تو جا سکتی تھی، مگر بھلائی نہیں جا سکتی تھی۔

آج روزی بڑی اماں کا پیغام لیکر آئی تو وہ حلیہ درست کر کے کتاب اُٹھائے بڑی اماں کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

آؤ بیٹھو! میں نے مینگو شیک بنوایا ہے ساتھ پیئیں گے، تمہیں پسند ہے نا" وہ بولی تھیں۔

"جی" شندانہ پھیکا سا مسکرائی تھی۔

"میری شندانہ بہت بہادر ہے" وہ بولی تھیں۔

"شندانہ کو محبت نے بزدل کر دیا ہے" شندانہ کے لب زرا سا ہلے تھے اور بڑی اماں کو نیازی منزل میں واضح دراڑیں پڑتی نظر آرہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں امتحان نیک بندوں کے لیے آتے ہیں" انہوں نے شندانہ کو جوس کا گلاس پکڑایا تھا۔شندانہ نے وہ خاموشی سے تھام لیا تھا۔

New Era Magazine

"اگر نیت حلال ہو تو محبت حرام نہیں ہے "شندانہ کے ماتھے پر صاف لکھا تھا۔

"ہم جس معاشرے میں سانس لیتے ہیں۔وہاں کے کچھ مقرر کردہ اصول ہوتے ہیں ،ان سے انحراف کرنا بغاوت کے زمرے میں آتا ہے " ہلکے فیروزی رنگ کے جوڑے میں بڑی اماں نے پر سوچ لہجے میں کہا تھا۔

شندانہ سے ایک گلاس ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔دل کی گھٹن تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

ملتان میں آئیں تو علینہ اس وقت فئیونا کا وڈہاؤس صاف کر رہی تھی۔ گولڈی کے جانے کے بعد اسے فئیونا عزیز تر ہو گئ تھی۔اس کی سہیلیاں گولڈی کا افسوس کرنے آئ تھیں۔بھابھیوں نے بڑی مشکل سے قہقہے روکے تھے۔ساعقہ علینہ کی اس نازک

مزاجی سے ناک تک عاجز آچکی تھیں۔اور ان کے خیال میں اس کا واحد حل شادی تھا۔
ابراہیم اور یاسر کی طرف سے بہت اصرار پر وہ خاور کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئ تھیں۔

علینہ وڈہاوس صاف کر کے انہیں لنچ کے لیے بلانے آئی تو انہوں نے اسے اپنے پاس بٹھالیا تھا۔

"علینہ کیا تمہیں خاور پسند ہے؟" وہ ماں تھیں۔دوسری طرف سے بار بار اصرار کی وجہ جاننا چاہ رہی تھیں۔

"خیریت کیا ہوا ہے؟" علینہ نے نظریں چرائی تھیں۔

"کچھ ہوا تو نہیں ہے، اگر تمہیں نہیں پسند تو انکار ہو جائے گا" انہوں نے دوٹوک بات کی تھی۔وہ بیٹی کے دل کی چوری بھانپ گئ تھیں۔

"ایسی بات تو نہیں ہے" علینہ بولی تھی۔

"پھر کیسی بات ہے" انہوں نے پوچھا تھا۔

"بس محبت ہے" علینہ نے کہا اور کمرے سے نکل گئی تھی۔ ساعقہ مسکرا دیں۔ وہ اب بیٹی کو پاس رکھنے کے لیے اس کے دل کی دنیا اجاڑ تو نہیں سکتی تھیں۔ انہوں نے ابراہیم کو کال ملائی تھی۔ تاکہ وہ خاور کے گھر والوں کو آنے کا عندیہ دے سکے۔

خاور کی معصوم سی محبت کو کنارہ ملنے کو تھا۔

سفینہ لاج میں آئیں تو وہی معمول کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ ہما کی ڈیلیوری میں چند دن باقی تھے۔ ہما اور ابراہیم کے بیڈروم کی تھیم سفید تھی۔ سفید فرنیچر، سفید پردے اور سفید ٹائلز۔ کمرے کو دیکھ کر پاکیزگی کا احساس جاگتا تھا۔ بیڈ پر تکیوں سے ٹیک لگائے ہما اداس سی بیٹھی تھی۔ اس کی نظریں سامنے لگی پینٹنگ پر تھیں۔ جو طلحہ نے ابراہیم کو گفٹ کی تھی۔ ہما سوات سے وہ پینٹنگ ساتھ لائی تھی۔

"ماما میرا دل اکثر وہم کا شکار رہتا ہے" ہما نے سائرہ سے کہا۔ جو ہما کی ضد پر ایک ہفتے سے سفینہ لاج میں تھیں۔

"کوئی بات نہیں، اس حالت میں ایسا ہوتا ہے" انہوں نے مسکرا کر بات ٹالی تھی۔

"لیکن میں ایک ہی خواب بار بار دیکھتی ہوں کہ کوئی مجھ سے ابراہیم کو چھیننا چاہتا ہے" ہما نے کہا تھا۔

"پاگل ہو تم، جس سے محبت ہو دل اس کے بارے میں وہم کرتا ہے۔ اور ابراہیم آج کل تمہارے پاس نہیں ہے تو تم شاید اس وجہ سے خواب دیکھ رہی ہو" سائرہ بولی تھیں۔

"لیکن جب ابراہیم میرے ساتھ تھے۔ تب سے یہی خواب میں دیکھتی آ رہی ہوں۔ اور میں نے باقاعدہ ریسرچ کی ہے۔ ہمارے خواب اگر تواتر سے ایک ہی منظر دکھاتے رہیں۔ تو وہ تقدیر کی طرف سے خاص اشارہ ہوتا ہے" ہما نے خدشات بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"اففف پیا کی دیوانی" سائرہ بڑبڑائی تھیں۔ لیکن ان کے ذہن میں بات بیٹھ گئی تھی۔ ہما ابراہیم کے ساتھ بہت خوش تھی۔ خدا نے بغیر کسی انتظار کے خوشی بھی دے دی تھی۔ کیا دنیا میں حسد کرنے والوں کی کمی تھی؟ سائرہ کا دل سکڑا تھا۔ ہما کا وہم بے جا

New Era Magazine

نہیں تھا۔قدرت میں بارہااشارے دیتی ہے۔ کبھی خواب کی صورت تو کبھی الہام کی صورت۔قدرت کے اشارے بے معنی نہیں ہوتے ہیں۔ان میں ہمیشہ مطلب چھپا ہوتا ہے۔

ابراہیم کس کا نصیب تھا۔یہ وقت کا گہرا راز تھا۔اور اسے اپنے وقت پر کھلنا تھا۔

جاری ہے

New Era Magazine

نوٹ

"گلاب رت کے حسین چہرو"پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ(نیو ایرا میگزین)